اکائی 1۔ سیاسی فرمانبرداری کے نظریات

ساخت

1.0 مقاصد
1.1 تمہید
1.2 سیاسی فرمانبرداری کی تاریخ
1.2.1 ابتدائی تاریخ
1.2.2 جدید تصور کی شروعات
1.3 سیاسیفر مانبرداری کی خصوصیات
1.3.1 دیانتدارانہ عوامی خدمات
1.3.2 سیاسی جواز اور تاثیر
1.3.3 تنقیدی رجحان
1.4 سیاسی فرمانبرداری کے نظریات
1.4.1 حق خدادنظریہ
1.4.2 رواجی نظریہ
1.4.3 رضامندی/معاہدی نظریہ
1.4.4 عینیت پسند نظریہ
1.4.5 مارکسی نظریہ
1.4.6 نراجی نظریہ
1.5 سیاسی فرمانبرداری اور مزاحمت
1.6 اختتام
1.7 نمونہ امتحانی سوالات
1.8 کارآمد حوالے

1.0 مقاصد

اس اکائی کے مطالعہ کے بعد آپ اس قابل ہوں گے کہ

☆ سیاسی فرمانبرداری کے ماخذ وارتقا کو سمجھ سکیں۔

☆ سیاسی فرمانبرداری کے مختلف نظریات کو سمجھ سکیں۔

☆ سیاسی فرمانبرداری کے فوائد اور تحدیدات کو سمجھ سکیں۔

1.1 تعارف

ایک فرد مملکتی قانون کی پیروی کیوں کرے؟ دیگر ذاتی وجوہات جیسے سزا سے بچنا' ساکھ یا عزت کو برقرار رکھنا' آیا ایسی کوئی اخلاقی ذمہ داری ہے کہ قانون کی صرف اسی لیے پیروی کی جائے کہ وہ بحثیت قانون موجود ہے؟ مذکورہ بالا وجوہات سے آگے بڑھ کر ایک ایسا عامل ہے جو آپ کو مملکت کے قانون یا کسی سیاسی وحدت کے قانون پر عمل پیرا کرتا ہے اور وہ ہے سیاسی فرمانبرداری۔ سیاسی فرمانبرداری کا مطلب لوگوں کی اپنی مملکت کے قوانین کی اطاعت کی اخلاقی ذمہ داری ہے۔ قانون کی جانب لاگو کردہ کسی بھی چیز کو اخلاقی سطح پر سیلف کنٹرول کے طریقے سے دیکھا جائے تو سیاسی تابعداری اس کو مزید قابل قبول بنانے کے لیے ایک بڑا جواز ہے۔

مختلف لوگ مختلف اور بسا اوقات متضاد اخلاقی تصورات اور آئیڈیالوجی کے حامل ہوتے ہیں۔ چنانچہ مملکت کے تئیں اخلاقی فرض یا عہد سے آگے بڑھ کر، سیاسی فرمانبرداری قانون کی اطاعت کا واحد وسیلہ ہے۔ سیاسی فرمانبرداری ان اہم تصورات میں سے ایک ہے جو مملکتی قوانین کے آگے شہریوں کی خودسپردگی کو جواز عطا کرتے ہیں۔ چنانچہ، یہ ہمعصر دنیا اور سیاسی فلسفہ کے چند اہم امور میں سے ایک ہے۔ ساتھ ہی' سیاسی نظام یا مملکت کا استحکام اور تسلسل اس بات پر منحصر ہے کہ کب، کون اور کیسے کوئی فرد ریاستی اتھارٹی کے دیے گئے قانون کی اطاعت کرتا ہے۔ ہر شہری کو کئی چیزیں کرنا ہوتی ہیں جیسے انتخابی عمل میں شرکت' ٹرافک کے اصول وضوابط کی پیروی' ٹیکس کی ادائیگی' وغیرہ۔ کسی ملک کے سیاسی اداروں کی برقراری میں یہ تمام بے حد اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

اصطلاح ''تابعداری'' ("Obligation")، لاطینی لفظ 'obligate' سے اخذ کی گئی ہے جس کا مطلب ہے کسی فرض (جواب دہی/فرض/ذمہ داری) کو نبھانا۔ بالفاظ دیگر' کوئی ایسی چیز جو لوگوں کو اس چیز کی پابندی کرواتی ہے جو ان پر نافذ کی گی ہے۔ تمام شعبوں میں جیسے سماجی زندگی اور قانون میں لوگوں کو چند اصولوں کی پیروی کرنی ہوتی ہے۔

یہاں' اس اطاعت کی پابندی کروانے والی طاقت سیاسی فرمانبرداری ہے۔ فرد کو یہ اپنی انفرادی اور سماج کی فلاح کے لیے کرنا ہوتا ہے۔ اور مملکت اسی وقت کام کر سکتی ہے جب شہری اپنے فرائض اچھی طریقے سے نبھائیں۔ اینڈریو ہے ووڈ اسے شہریوں کی وہ ذمہ داری قرار دیتا ہے جس کے تحت وہ مملکت کے اس حق کو تسلیم کرتے ہیں کہ وہ قوانین کی پیروی کروانے کا اختیار رکھتی ہے۔ ٹی ایچ گرین کہتا ہے ''یہ بات شامل کرنی مطلوب ہے کہ عوام، فرماں روا کی پیرو ہو، شہری مملکت کے پیرو ہوں اور فرد ایک دوسرے کے تئیں ذمہ دار ہوں جیسے کسی سیاسی خودمختاری سے یہ بات ان پر نافذ کی گئی ہو۔'' اس کا مطلب ہے کہ، انسان بحثیت سیاسی جانور ایک سیاسی خودمختاری کے تحت جینے کا پابند ہے اور اس پر یہ بات عائد ہوتی ہے کہ وہ اس کے قوانین کی فرمانبرداری کرے۔ گوکہ' سیاسی فرمانبرداری، قانونی فرمانبرداری کے تناظر میں کہیں بڑے معنی رکھتی ہے۔ سیاسی فرمانبرداری کرنے والا ایک شخص صرف قوانین کی نری اطاعت سے بڑھ کر مزید کچھ کرے گا۔ چنانچہ' ہم کہہ سکتے ہیں کہ سیاسی فرمانبرداری ایک ایسی فرمانبرداری ہے جو قانونی پابندیوں سے پرے ہو کر تمام اقسام کی ناانصافیوں سے پاک سیاسی نظام کے قیام کی کوشش کرتی ہے۔ دوسرے الفاظ میں سیاسی فرمانبرداری اس دائرہ کو کہا جاسکتا ہے جو اخلاق اور قانون کے درمیان میں واقع ہو۔

1.2 سیاسی فرمانبرداری کی تاریخ

سیاسی فرمانبرداری کی تاریخ کی تلاش کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ پہلی سیاسی فرمانبرداری کی ابتدائی تاریخ جو بالخصوص یونانی دور میں اس تصور کے ماخذ کو بیان کرتی ہے۔ دوسرا حصہ جدید تصور کے ارتقا کا ہے جو ابتدائی وسطی دور سے موجودہ عہد تک سیاسی فرمانبرداری کے تصور کی تاریخ کا احاطہ

کرتا ہے۔

1.2.1 ابتدائی تاریخ

قدیم یونان میں سیاسی فرمانبرداری کے تصور کو زیادہ توجہ نہیں ملی۔ ارسطو اپنی قدیم کتاب 'سیاست' میں کہتا ہے کہ یونانیوں کے پاس فرد کا ایک غیر ترقی یافتہ تصور تھا۔ قدیم یونان میں فرد کو سماج کے حصہ کے طور پر دیکھا جاتا تھا جس کے ذریعہ وہ اخلاقی ارتقا تک پہنچتا تھا جسے اچھی زندگی کا مرکز قرار دیا جاتا تھا۔ گو کہ یونانی سیاسی نظریات بشمول افلاطون کی 'جمہوریت اور قوانین' اور ارسطو کی 'سیاست' وغیرہ میں سیاسی فرمانبرداری پر زیادہ توجہ نہیں دی گئی۔ ابتدائی دور کے عیسائیوں میں یونانیوں کی طرح ہم سیاسی فرمانبرداری کا کوئی بڑا ارتقا نہیں پاتے۔ سینٹ پال کے رومیوں کو لکھے گئے مکتوب کے 13 ویں باب میں ہم یہ جملہ دیکھ سکتے ہیں، ''ہر فرد انتظامی اتھارٹی کے تابع ہو۔ اور خدا سے بڑھ کر کوئی اتھارٹی نہیں اور جو اتھارٹی بھی موجود ہے وہ خدا کی طرف سے ہے۔'' (روم 13:1)۔ اس سے ہم سیاسی فرمانبرداری پر ابتدائی چرچ کے موقف کو سمجھ سکتے ہیں۔

1.2.2 جدید تصور کا فروغ

سیاسی فرمانبرداری کے جدید تصور کو بارہویں صدی سے سترھویں صدی کے وسط کے دوران میں فروغ ملا۔ پھر ہوبس، لیویلرز اور لوک کی تحریروں میں یہ تصور ملتا ہے۔

جدید آزاد سیاسی نظریہ کے دیگر عوامل کے ساتھ ساتھ 'سیاسی فرمانبرداری کے تصور کو بھی قرون وسطیٰ کے یورپی چرچ اتھارٹی کے تئیں فروغ ملا۔ سیاسی فرمانبرداری کے مسئلہ نے خاصی توجہ حاصل کر لی جب کہ سوال 'سیاسی اختیار یا اتھارٹی کی پیروی کیوں کی جائے' کافی اہم بن گیا۔ سیاسی اتھارٹی اور سسٹم کو لازمی طور پر چند معقول اصولوں کی ضرورت ہے تا کہ وہ نافرمانی کی مخالفت کر سکے اور ریاست کی حکمرانی کو بڑھا سکے۔ نتیجتاً بہت سارے دانشوروں اور نظریہ سازوں نے سیاسی اتھارٹی کی اطاعت کی حمایت میں اصولوں کو وضع کرنا شروع کیا جو بعد میں ''سیاسی فرمانبرداری'' کی حیثیت سے فروغ پایا۔

کئی ماہرین کے خیالات جیسے ہیگل کا تصور کہ مملکت زمین پر خدا کا وجود ہے اور میک ویل کا نظریہ مرضی عام، روسو کی غرض عام' لوک کی رضامندی جو کہ مملکت اور حکومت کی بنیاد ہے، گرین کی یہ منطق کہ مملکت مرضی کی بنیاد پر وجود میں آئے نہ کہ زبردستی، بینتھم کا تصور زیادہ سے زیادہ خوشی' ان سب نے سیاسی فرمانبرداری کے تصور کو مضبوط کیا۔ یہ مملکت اور اس کے اقدام کے لیے جواز فراہم کرنے پر منتج ہوئے۔

1.3 سیاسی فرمانبرداری کی خصوصیات

سیاسی فرمانبرداری چنانچہ ایک چوکھٹا ہے جس کے ذریعہ لوگ ایک سیاسی نظام اور اس کی حکمرانی (اتھارٹی) کو قبول کرتے ہیں۔ یہاں ہمیں سیاسی فرمانبرداری کے بارے میں مزید جاننے کے لیے اس کی چند امتیازی خصوصیات کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔ سیاسی فرمانبرداری کی بالعموم تین خصوصیات ہیں۔

1۔ دیانتدار عوامی خدمت

2۔ سیاسی جواز اور موثریت

3۔ تنقیدی رجحان

ان تین خصوصیات کا مطالعہ سیاسی فرمانبرداری کے بارے میں ہمارے فہم میں اضافہ کرے گا۔

1.3.1 دیانتدار عوامی خدمت

ایک سیاسی نظام کا نظم ایک انتہائی پیچیدہ اور دشوار ترین فن ہے۔ چنانچہ، حکومت کی ہموار کارکردگی کے لیے تمام افراد کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ دیانتدار ہوں اور عوامی معاملات کے نظم میں سنجیدگی سے شامل ہوں۔ وہ تمام لوگ جو نظام کو کنٹرول کر رہے ہوں اور اہم عہدوں پر فائز ہوں عمومی فلاح کے تئیں

فیصلے اور عمل کریں۔اس لیے یہ اقتدار میں موجود ہر فرد کی ذمہ داری ہے کہ وہ حکومتی پالیسیوں، سیاسی موضوعات اور عوامی امور کے معاملات میں انتہائی سنجیدہ ہو۔چنانچہ سیاسی فرمانبرداری نہ صرف ذہنی خصوصیت ہے بلکہ اس میں ایک دیانتدار عوامی خدمت کے فرائض کا وسیع تصور شامل ہے۔

1.3.2 سیاسی جواز اور موثریت

سیاسی موثریت کا مطلب سیاسی نظام کی جانب سے حقیقی مظاہرہ کی حد اور اس کی موثریت شامل ہے۔بالعموم اسے سیاسی نظاموں کے بنیادی فرائض کے نفاذ کی سطح کے ذریعہ سمجھا جاسکتا ہے۔

سیاسی جواز کا مطلب نظام کی وہ استعداد ہے جو اس یقین کو وجود بخشے اور اسے برقرار رکھے کہ موجودہ سماجی، معاشی اور سیاسی ادارے سماج کے لیے سب سے زیادہ مناسب ہیں۔اسے حکمرانی کی بنیادی شرط سمجھا جاتا ہے جس کے بنا کوئی بھی حکومت قانونی دشواریوں اور اپنے زوال سے دوچار ہوسکتی ہے۔کسی سیاسی نظام کا استحکام صرف معاشی یا انفرااسٹرکچر کے فروغ پر نہیں ہے بلکہ سیاسی جواز کی تاثیر اس کا ایک اہم عامل ہے۔سیاسی جواز میں نظام کی یہ استعداد بھی شامل ہے کہ وہ سماج اور سماج کے اس بات پر ایقان کو برقرار رکھے کہ موجودہ سیاسی ادارے سب سے مناسب اور مستحکم ہیں۔تاثیر میں سماج کی توقعات کے مقابل سیاسی نظام کا مظاہرہ اور اس کے تئیں ان کا ردعمل شامل ہے۔

1.3.3 تنقیدی رجحان

سیاسی فرمانبرداری کا مطلب اندھادھند کسی سیاسی اتھارٹی کی تقلید نہیں ہے۔اس میں حکومت کے اقدامات اور حکمرانی کے طریقوں پر تنقیدی نظر ڈالنا بھی شامل ہے۔عوام کو حکومت پر نظر رکھنی چاہیے اور اس کے فرائض کا تنقیدی مشاہدہ کرنا چاہیے۔کیوں کہ صرف وہ ہی فرد کی آزادی پر سیاسی اتھارٹی کے تجاوز کی مزاحمت کرسکتے ہیں۔سیاسی فرمانبرداری میں اتھارٹی کے خلاف مزاحمت کا تصور بھی شامل ہے۔تاہم اس مزاحمت کو سیاسی نظام کے زوال پر منتج نہیں ہونا چاہیے۔حقوق اور آزادی کے تحفظ کی کاوشیں عوامی فلاح اور سماجی بہبود کے تناظر میں ہوں۔

1.4 سیاسی فرمانبرداری کے نظریات

سیاسی فرمانبرداری کے مختلف نظریات ہیں۔یہ نظریات سیاسی فرمانبرداری کے تصور کے پیچھے موجود پابندیوں کی وضاحت کرتے ہیں۔اس حصہ میں سیاسی فرمانبرداری کے ہمعصر نظریات، نظریہ حق خداد، رواجی نظریہ، رضامندی/ معاہدہ نظریہ، مثالی نظریہ، مارکسی نظریہ اور نراجی نظریہ شامل ہیں۔گوکہ ان نظریات کو ایک دوسرے سے الگ کرنے والے خطوط بعض اوقات امتیازی نہیں ہیں، آج کل بالعموم سیاسی فرمانبرداری کے سیاسی جوازات رضامندی، احسان، فیئر پلے، رکنیت یا فطری فرائض سے دلائل کی شکل لیتے ہیں۔چند فلاسفر دو یا دو سے زیادہ طرز کے اختلاط کو پیش کرتے ہیں۔

کچھ لوگ فرد کی غیر محدود سیاسی فرمانبرداری کی وکالت کرتے ہیں اور مملکت اور خود اختیاری کے آگے مکمل اور ناقابل سوال حد تک سپردگی کا مطالبہ کرتے ہیں۔ان میں نظریہ حق خداد (مملکت کی اتھارٹی ایک خدائی عطیہ اور حق ہے اور اس کی اطاعت اخلاقی اور مذہبی فریضہ ہے) اور مملکت کی مکمل حکمرانی (Raison d'etat) کے خیالات کے حامی شامل ہیں۔عینیت پسند، ہیگل اور بوسانکوے (Bosanquet)، قدامت پسند نظریہ ساز بُرکے اور اوکشاٹ اور معاہدہ نظریہ کے حامی جیسے ہوبس اور روسیو حکومت یا ریاست کی اتھارٹی کے مقابلے فرد کے لیے کم یا زیادہ مکمل سیاسی فرمانبرداری کی بات کرتے ہیں۔دوسری طرف عینیت پسند گرین، افادیت پسند بینتھم، معاہدہ پسند لوکے اور سیاسی تکثیریت پسند ارنسٹ بارکر، ہیرالڈ لاسکی اور دیگر محدود سیاسی فرمانبرداری کی وکالت کرتے ہیں۔مارکسی اور نراجی پسندوں کا کہنا ہے کہ ایک طبقاتی سماج میں ریاست کے تئیں کوئی سیاسی فرمانبرداری نہیں ہوتی۔

1.4.1 نظریہ حق خداد

حق خدادنظریہ کے مطابق بادشاہ یا حکمران اپنی خود اختیاری کا جواز خدا سے لے کرآ تا ہے اور مذہبی آئیڈیالوجی اسے تقویت بخشتی ہے۔ یہ نظریہ یورپ میں ملوکیت کے آغاز کے دور میں فروغ پایا۔اس نظریہ کا اہم نظریہ ساز رابرٹ فلمر تھا۔ یہ قدیم ترین نظریات میں سے ایک ہے جو بادشاہ یا حکمران کی اطاعت کی وجوہات متعین کرتا ہے۔ یہ نظریہ کہتا ہے کہ حکمران کے اقتدار کا ماخذ خدائی مرضی کی بنا پر راست خدا ہوتا ہے۔ چنانچہ اس تصور کی پیش کشی کے ذریعہ انھوں نے حکمراں کے اقدامات پر کسی بھی قسم کے سوالات اٹھانے یا اسے چیلنج کرنے کے امکانات کو ختم کر دیا۔ارنسٹ بارکر اسے اس طرح بیان کرتا ہے کہ ''میں حکمران اتھارٹی کی اطاعت کا پابند ہوں کیوں میں خدا کی اطاعت کا پابند ہوں اور کیوں کہ کوئی بھی حکومتی اتھارٹی لازماً خدائی اتھارٹی کا ایک نمائندہ اور وفد ہے۔'' اس طرح قرون وسطیٰ میں لوگ مذہبی تعلیمات کے ذریعہ حکمرانوں کی فرمانبرداری کے پابند تھے۔اس نظریہ نے کئی بادشاہوں اور حکمرانوں کو وجود بخشا جو مذہب کی بنیاد پر قائم ہوئے اور اسی سے انھوں نے اتھارٹی اخذ کی۔لیکن جدید سیاسی نظاموں کی آمد کے ساتھ نظریہ حق خداد نے اپنی اہمیت کھودی ہے۔ بہت سارے نظریہ ساز جیسے گروٹیس، ہوبس اور لوک نے انفرادی حقوق کی بات کی اور رضامندی کو سیاسی فرمانبرداری کا ذریعہ بتایا۔ان میں سے کچھ نے سیاسی اتھارٹی کے مابعدالطبیعی معاملات کو رد کر دیا۔

1.4.2 رواجی نظریہ

رواجی نظریہ کے مطابق، سیاسی اقتدار یا اتھارٹی قائم شدہ ''رواجی حقوق'' کے اصول پر مبنی ہوتی ہے جو بعدازاں وابستگی پر منتج ہوا جو کہ اس کے جواز کا ماٰخذ ہے۔اس کے مطابق سیاسی اتھارٹی جائز ہے اگر اسے قدیم رواج یا روایت سے منظوری مل جائے۔اس صورت میں لوگ اس اختیار کی اس لیے اطاعت کرتے ہیں کہ اطاعت کی حقیقت ایک معروف رواج بن گئی۔

روایت پسند مملکت کو ایک ایسے نظام کے طور پر دیکھتے ہیں جو برسوں کے عرصہ میں تیار ہوا اور جو ایک متوازن متضاد مفاد کی نمائندگی کرتا ہے۔اور وہ سیاسی وجوہات کے لیے سیاسی اتھارٹی اور ریاست کی فرمانبرداری کی حمایت کرتے ہیں۔ سیاسی ادارے وجود میں آتے ہیں اور بہت سست رفتاری سے تبدیل ہوتے ہیں۔ چنانچہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ مملکت کے اختیار کو قبول کرنا اور اس کی بتدریج پرامن تبدیلی کے لیے کام کرتے ہوئے اس کی اطاعت کرنا ایک فرض ہے۔ بسا اوقات قدامت پسند مفکرین عملی وجوہات کی بنا پر سیاسی فرمانبرداری اور اطاعت کی بات کرتے ہیں۔ ڈیوڈ ہیوم کہتا ہے کہ کسی بھی قسم کی سیاسی اختیار کی اطاعت کے فوائد، اختیار کے بغیر سوسائٹی کے مقابلے بہت زیادہ ہیں۔ایڈمنڈ بُرک کہتا ہے کہ تمام قائم شدہ سیاسی نظام ایک رواجی کردار کے حامل ہیں اور وہ فرانسیسی انقلابیوں کی دلیل کی مخالفت کرتا ہے جو کہتے ہیں کہ سیاسی ادارے عوام کی خواہش کے مطابق بنائے اور ڈھائے جا سکتے ہیں۔

جین بوڈین، 1576 میں لکھی گئی اپنی کتاب ''ڈی ریپبلیکا'' (De Republica) میں اس ترتیب کے ایک نظریہ کو پدرسری نظریہ کے ساتھ تین نکتوں میں باندھا ہے۔ پہلا یہ کہ خاندان ایک فطری حقیقت ہے جسے آپ کو سیدھے طریقہ سے قبول کر لینا چاہیے اور فطری طور پر اس میں ایک سربراہ ہوتا ہے جو ملکیت کے ورثہ کا مالک اور افراد پر اختیارات ہیں اسے بھی آپ کو سیدھے طریقے سے لازماً قبول کر لینا چاہیے۔ دوسری بات یہ کہ خاندان ہی مملکت کا ماخذ اور منبع ہے۔ تیسری بات جو کہ دوسرے نکتہ کا منطقی تسلسل ہے وہ یہ کہ مملکت کا سربراہ بھی اسی طرح کی اتھارٹی رکھتا ہے جو کہ خاندان کے سربراہ کا ہوتا ہے چنانچہ جہاں تک ہو سکے مملکت خاندان ہی کا ایک تسلسل اور توسیع ہے۔ وہ کہتا ہے کہ خاندان کے سربراہ کی اتھارٹی تاریخی رواج پر مبنی ہوتی ہے اسی طرح مملکت کے سربراہ کا اختیار کا ماخذ بھی طویل المدتی ملکیت میں پنہاں ہوتا ہے۔

قدامت پسند نظریہ کے مطابق سیاسی فرمانبرداری چند مخصوص نمونوں کی بنیاد پر نہیں بنی ہے اور نہ ہی کسی سماجی معاہدہ کی خصوصیات کو پیش کرتی ہے۔ تاہم ان کا ماننا ہے کہ سیاسی فرمانبرداری، اس سیاسی سرگرمی کا نتیجہ ہے جو روزمرہ سماجی زندگی سے ابھرتی ہے نہ کہ کسی قسم کے ماورائے عقل ذرائعوں سے۔ باالفاظ دیگر سیاسی فرمانبرداری کا قدامت پسندوں کا نظریہ رضامندی یا اخلاقیات کے بجائے جواز پر مبنی ہے۔

قدامت پسند نظریہ پر بھی کچھ تنقید ہوئی ہے۔ یہ کہا گیا کہ سیاسی فرمانبرداری کا ماخذ نہ صرف رواجی رسوم کی مرہون منت ہے بلکہ ان رسومات کو تنقیدی رجحان سے دیکھنا بھی اس میں شامل ہے۔ نتیجہ کے طور پر لوگ جب بھی محسوس کریں کہ موجودہ نظام سماج کی ضرورت اور حالت کے لحاظ سے موزوں نہیں ہے تو وہ اس کو تبدیل بھی کر سکتے ہیں۔

1.4.3 رضامندی/ نظریہ سماجی معاہدہ

یہ افراد کی رضامندی کا نظریہ ہے۔ رضامندی کا نظریہ، اس تصور کے لیے ایک اصطلاح ہے جس میں لوگ اپنی مرضی اور اختیار سے دوسروں کے ساتھ ایک باہمی تعلق بناتے ہیں اور اس طرح یہ سیاسی اقتدار اور حکمرانی کے لیے معیار بنتا ہے۔ اس طرح لوگ خود اپنی بھلائی، تحفظ اور فلاح کے لیے ایک اقتدار کا مرکز بناتے ہیں۔ جب یہ خود مختار اتھارٹی یا اقتدار ان کے فلاح و تحفظ کے لیے نقصان کا باعث بنتا ہے وہ اس اتفاق رائے/ رضامندی سے ہونے والے معاہدہ سے نکل جاتے ہیں اور اتھارٹی کو چیلنج کرتے ہیں۔ لوک (Locke) حکومت کی جانب سے عوام کے بھروسہ کو توڑنے کی صورت میں عوامی بغاوت کے حق کو تسلیم کرتا ہے۔ 'سماجی معاہدہ' کا نظریہ رضامندی کے نظریہ کی بہترین نمائندگی کرتا ہے۔ سماجی معاہدہ نظریہ سولہویں اور سترھویں صدی میں فروغ پایا۔ سماجی معاہدہ نظریہ کے اہم مبلغین میں تھامس ہوبس (1679-188)، جان لوک (1704-1632) اور جین جیکس روسیو (78-1712) شامل ہیں۔ ان مفکرین نے 'حالت فطری' کا تصور پیش کیا جو کہ سیاسی اتھارٹی کی تخلیق سے قبل ایک تصوراتی مرحلہ ہے۔ معاہداتی نظریہ کے مفکرین کہتے ہیں کہ وہ افراد جو حالت فطرت میں رہتے ہوں ایک معاہدہ میں شامل ہیں جہاں سیاسی اتھارٹی وجود میں آتی ہے جو ایک بار پھر لوگوں کی رضامندی پر مبنی ہوتی ہے۔ روسیو نے ''فرمانبرداری کے لیے مرضی عام'' میں سیاسی فرمانبرداری کی حمایت کی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ فرد ایک مہذب سماج میں داخل ہونے کے بعد اپنے میلان کے محرک کا غلام یا مرضی کا مالک نہیں ہوسکتا بلکہ وہ عمومی بھلائی کے قانون کی پیروی کا پابند ہوتا ہے۔

سماجی معاہداتی نظریہ کے مطابق، افراد کی رضامندی ذرائع و ماخذ ہیں جن سے سیاسی فرمانبرداری ابھرتی ہے۔ معاہداتی نظریہ کے مطابق 'فرد آزاد پیدا ہوا ہے'۔ چنانچہ وہ اپنی مرضی کے مطابق ایک سیاسی اتھارٹی یا حکمران کی اطاعت کرسکتا ہے۔ اسی طرح ہر حکومت اپنی قوت اسی 'رضامندی' سے حاصل کرتی ہے اور یہ اپنی اتھارٹی کو اسی 'رضامندی' کی بنیاد پر استعمال کر سکتی ہے۔ کچھ مفکرین کا ماننا ہے کہ جب ایک فرد موجودہ اتھارٹی کا تحفظ قبول کرلے تو یہ سمجھا جائے گا کہ اب اس کی رضامندی حاصل ہے۔ کچھ دانشور کہتے ہیں کہ اتھارٹی کی صرف یہ قبولیت ہی سیاسی فرمانبرداری کے ماخذ کی توضیح کے لیے کافی نہیں بلکہ ان کی اس رضامندی کو مناسب نظام کے ذریعہ ثابت بھی کرنا ہوگا۔ معاہدہ کی اصطلاح سیاسی فرمانبرداری کی بنیاد اور تحدیدات کو واضح کرتی ہے۔ معاہداتی نظریہ کے خلاف ایک بڑی تنقید یہ ہوتی ہے کہ یہ نظریہ بالآخر بغاوت پر منتج ہوتا ہے۔

1.4.4 عینیت پسند نظریہ

مثالیت پسند سیاسی فرمانبرداری کو فرد کی اخلاقی فطرت میں پاتے ہیں۔ عینیت پسند نظریہ دراصل ایک غیر مشروط اور غیر محدود تابعداری کو فروغ دیتا ہے تاہم بعد میں اس کی اصلاح کی گئی۔ ایک مشہور عینیت پسند جی ڈبلیو ایف ہیگل کا ماننا ہے کہ مملکت 'خدا کا اوتار' اور 'زمین پر خدا کا وجود' ہے۔

ہیگل مانتا ہے کہ جب ایک فرد مملکت کے اصولوں کی فرمانبرداری کر رہا ہے تو وہ لازمی طور پر خدائی عقل کی پیروی کر رہا ہے اور اس طرح وہ اپنی آزادی کا استعمال کر رہا ہے۔ چنانچہ اس نے غیر محدود سیاسی تابعداری کا تصور پیش کیا جس میں مملکت اور حکومت کے درمیان کوئی واضح لکیر موجود نہیں ہے۔ عینیت پسند نظریہ کے مطابق ایک فرد مملکت کے اصولوں کی پیروی کرتے ہوئے سماج میں بے پناہ ترقی پاسکتا ہے۔ وہ مملکت کی فرمانبرداری میں سیاسی فرمانبرداری کو دیکھتے ہیں۔ ہیگل کہتا ہے کہ 'آزادی کو حاصل کرنا مملکت کو حاصل کرنا ہے'۔ مملکت ایک فطری وابستگی ہے جو اس کی اتھارٹی/ فرماں روائی میں رہ رہے افراد کی حقیقی مرضی کی نمائندگی کرتی ہے۔ چنانچہ مملکت کے اختیار/ مرضی اور انفرادی اختیار/ مرضی میں کوئی ٹکراؤ نہیں۔ سیاسی فلاسفر روسیو کہتا ہے کہ ایک

خودمختار کے لیے یہ ممکن نہیں کہ وہ خود اپنے افراد کو نقصان پہنچائے۔

ایک اور عینیت پسند مفکرٹی ایچ گرین (82-1836) کہتا ہے کہ مملکت کی کسی بھی قسم کی حکومت اپنے مامورین سے غیر مشروط فرمانبرداری کا تقاضا نہیں کرسکتی۔لوگ بالعموم سماج سے وابستہ ہیں نہ کہ حکومت سے۔ چنانچہ سماج کی قوت اور اختیار' سیاسی فرمانبرداری کے تعین میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ سیاسی فرمانبرداری کا اس کا تصور عام بھلائی سے وابستہ ہے۔ وہ کہتا ہے کہ مملکت نہیں بلکہ سماج اقتدار اور 'عام بھلائی' کا مرکز ہوتا ہے۔ مملکت عام بھلائی و فلاح کے فروغ کی پابند ہے۔ شہریوں کو اپنی فرمانبرداری مملکت کے تئیں رکھنی چاہیے جب تک کہ وہ عام فلاح کے لیے کھڑی رہے۔ حالانکہ گرین مملکت کے تئیں کسی بھی قسم کی غیر مشروط فرمانبرداری کو رد کرتا ہے۔ چنانچہ وہ مملکت کو اپنے ممکنہ وسائل کے ذریعہ شہریوں کی عام فلاح کے حصول کے لیے ایک آلہ کے طور پر محدود کرتا ہے۔ اس عینیت پسند نظریہ پر یہ تنقید ہوئی کہ یہ انتہائی مجرد تصور ہے۔ یہ ایک انتہائی عام چیز کو ایک انتہائی فلسفیانہ یا اس سے آگے بڑھ کر مابعد الطبیعی مقام دیتا ہے جسے ایک عام آدمی سمجھ نہیں پاتا۔ اس نظریہ کی ایک اور خامی یہ ہے کہ عینیت پسند سیاسی فرمانبرداری میں بغاوت/ مزاحمت کے حق کو شامل کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں جو مملکت کو آمریت کی جانب لے جاسکتی ہے۔ اور عینیت پسند نظریہ کے ذریعہ سیاسی فرمانبرداری کو حکومت کی اندھی پیروی تک محدود کر دیا گیا ہے۔ چنانچہ فسطائی مملکتیں اس تصور کو اتھارٹی یا اقتدار کی غیر مشروط فرمانبرداری کے لیے استعمال کرتی ہیں۔

1.4.5 مارکسی نظریہ

مارکسی نظریہ کہتا ہے کہ مملکت ایک طبقہ کے اوپر دوسرے طبقہ کے ذریعہ ظلم واستحصال کا ایک آلہ ہے۔ مملکت کبھی بھی سماج کی طاقت سے منظم نہیں ہوتی بلکہ یہ صرف ایک بورژوا ادارہ ہے۔ اس پر اعلیٰ طبقہ کا غلبہ ہوتا ہے جو پیداوار کے ذرائع کے مالک ہوتے ہیں۔ چنانچہ لوگوں پر ان کی فرمانبرداری کی ذمہ داری نہیں ہے۔ بورژوائی مملکت کبھی بھی عام فلاح کا کام نہیں کرسکتی بلکہ اس کے علی الرغم یہ مضبوط مسابقت کرنے والوں کو کمزوروں اور لوگوں کے منحصر طبقہ کا استحصال کرتے ہوئے مزید دولت وقوت جمع کرنے میں مدد دیتی ہے۔ چنانچہ سیاسی فرمانبرداری کا مارکسی نظریہ بالخصوص ماقبل انقلاب مرحلہ میں مملکت کے تئیں کسی بھی فرمانبرداری کی حمایت نہیں کرتا۔ فرد سماج کے تئیں فرمانبردار ہوسکتا ہے اگر وہ سماج طبقاتی نظام سے اور مملکتی نظام سے پاک سماج ہو۔ اس طرح کی مملکت کے قیام تک ہم صرف مزدوروں کی مزدور طبقہ کے تئیں فرمانبرداری پر غور کرسکتے ہیں۔ مارکسی نظریہ کے مطابق ایک سرمایہ دارانہ نظام میں مزدوروں کا طبقہ یا ورکنگ کلاس کی سیاسی فرمانبرداری 'مملکت کے مخالف' ہوتی ہے کیوں کہ ورکنگ کلاس یا مزدوروں کے دشمن اقتدار میں ہیں۔ مزدوروں کو سرمایہ دارانہ مملکت کے خلاف انقلاب کے لیے اتحاد کا مظاہرہ کرنا ہوگا۔

فرمانبرداری کا مارکسی نظریہ، سیاسی فرمانبرداری کے دیگر نظریات سے بے حد مختلف ہے۔ یہ ماقبل انقلاب دور میں عدم فرمانبرداری کا مطالبہ کرتا ہے، انقلابی مرحلہ میں مکمل سیاسی فرمانبرداری کا اور مابعد انقلاب دور میں سماجی فرمانبرداری کا مطالبہ کرتا ہے۔ اس نظریہ کے خلاف ایک تنقید یہ کی جاتی ہے کہ سوشلزم کے حتمی مرحلہ میں یہ سماجی فرمانبرداری کا مطالبہ کرتاہ ے۔ لیکن جس طرح مارکس نے سمجھا ہے، یہ کوئی اصلی یا مستند مملکت نہیں جس میں لوگوں اتھارٹی کی مکمل فرمانبرداری کریں گے۔ اس کے علاوہ یہ سرمایہ دارانہ ریاست میں انقلاب برپا کرنے کو ایک کارِ مقدس مانتی ہے اور یہ کارِ مقدس اس وقت ناپاک متصور ہوگا جب اشتراکی مملکت قائم ہوجائے گی۔ ساتھ ہی سیاسی فرمانبرداری کا مارکسی نظریہ حقیقی تناظر سے کافی دور ہے۔ ایک مرحلہ پر یہ فرمانبرداری کا اور دوسرے مرحلہ پر نافرمانی کا حکم دیتا ہے جو کہ عملی طور پر کافی پیچیدہ ہے۔ چنانچہ ایسا نظر آتا ہے کہ یہ نظریہ نری سیاسی ضرورت کے تحت وجود میں آیا ہوگا جو فرد کے اس تجربہ کو نظر انداز کر دیتا ہے جو مملکت کے قوانین کے تئیں اس کی فرمانبرداری کا تعین کرتے ہیں۔

1.4.6 نراجی نظریہ

طوائف الملو کی ایک تصور ہے جو تمام قسم کے سیاسی اداروں جیسے مملکت، حکومت وغیرہ کو ڈھانے کی بات کرتا ہے۔ نراجیت نظریہ کا آخری ویژن

ایک ایسا ماحول تخلیق کرنا ہے جس میں لوگ مکمل آزادی کے ساتھ رہ سکیں جہاں کسی بھی قسم کی باہری مداخلت یا پابندی کی گنجائش نہ ہو۔اسی طرح انراجیت کسی بھی قسم کی اور کسی بھی اتھارٹی، سیاسی ادارے یا حکومت کی سیاسی فرمانبرداری سے متفق نہیں۔اس کے اہم نظریہ ساز جیسے پیٹر کروپٹکین (1921-1842) اور پی جے پراؤدھون (65-1809) کا ماننا ہے کہ کسی بھی قسم کا سیاسی نظام یا حکومتی اتھارٹی ناجائز ہے۔اس کی وجہ وہ یہ بتاتے ہیں کہ مملکت ایک جبری ادارہ ہے۔ جبری ادارے صرف بدعنوان اور غیر منصفانہ معاشرے کے لیے ہی مناسب ہیں۔ساتھ ہی مارکسی اور گاندھیائی نظریہ کے مفکرین کا سیاسی فرمانبرداری کا تصور بھی اس کے قریب آتا ہے بالخصوص ایک غیر ریاستی معاشرے کا تصور دیتا ہے۔

1.5 سیاسی فرمانبرداری اور مزاحمت

آیے! سیاسی فرمانبرداری کو شہریوں کی دستور و مملکت، اس کے احکامات، اصول وضوابط اور اتھارٹی کے تیئں فرمانبرداری متصور کریں۔روزمرہ زندگی میں ہم پنچایتوں، مملکت اور مرکزی حکومت کو ٹیکس ادا کرتے ہیں۔ہم پولیس، ٹرافک اور مملکت کے دیگر قوانین کی پیروی کرتے ہیں۔یہ تمام مملکت کے تیئں بنیادی سیاسی فرمانبرداری پر مبنی ہیں۔بسا اوقات، ایسی صورتحال بھی آتی ہے جب سیاسی فرمانبرداری ختم ہونے لگتی ہے اور بغاوت یا مزاحمت ابھرنے لگتی ہے۔یہ مملکت کے یا کسی مملکتی ادارہ کے ان اقدامات کی بنا پر ہوسکتا ہے جو کہ سیکوریٹی، افراد کی آزادی یا زندگیوں یا سماج کی عام بھلائی کے لیے نقصان دہ ہو۔

ضروری نہیں کہ سیاسی فرمانبرداری مملکت ہی کی کی جائے، بسا اوقات یہ مملکت کے خلاف بھی ہوسکتی ہے۔جب مملکت جائز ہو تب سیاسی فرمانبرداری اس کے لیے ہوگی۔اور جب وہ عام بھلائی کے خلاف، نقصان دہ، استحصال پر مبنی، نوآبادیاتی یا آمریتی ہوگی تو سیاسی فرمانبرداری مملکت کے خلاف ہوگی۔ہم مثالیں دیکھ سکتے ہیں جیسے گاندھی جی کی ستیہ گرہ جو ناانصافی، نوآبادیاتی سلطنت اور ظالم مملکت کے خلاف مزاحمت کی فرمانبرداری تھی۔

ایک جائز سیاسی اتھارٹی اپنا جواز اس وقت فراہم کرتی ہے جب لوگ اس کی کسی حکم یا زبردستی کے بغیر اپنی پسند سے پیروی کریں۔اس میں نہ صرف قوانین بلکہ مملکت کی پالیسیاں اور اقدامات بھی شامل ہوسکتے ہیں۔مملکت کے شہری کسی ایسی مملکتی اتھارٹی کی سیاسی فرمانبرداری نہیں کرسکتے جو ناجائز ہو۔تاہم زیادہ تر مملکتی اتھارٹی جو اپنا جواز کھوچکی ہو ایک جبری اتھارٹی میں تبدیل ہوجاتی ہے۔وہ شہریوں کی مرضی کے بغیر سیاسی فرمانبرداری تھوپتی ہے۔یہاں یہ مسئلہ اٹھتا ہے کہ کس وقت مملکت کے شہری اس سیاسی اتھارٹی کے خلاف مزاحمت کرسکتے ہوں؟ کس وقت کسی مملکت کے رہنے والے ایک انقلاب کی شروعات کرسکتے ہوں؟ اور سب سے پیچیدہ سوال یہ ہے کہ آیا شہری کسی ایسی اتھارٹی کے خلاف مزاحمت کرسکتے ہیں جس کے ماتحتی میں وہ رہ رہے ہیں؟ اس سوال کو یہاں چھوڑتے ہوئے آیے دیکھیں کہ سیاسی مزاحمت کیا ہے، انقلاب کس طرح آتا ہے، اس کے مضمرات کیا ہیں وغیرہ۔

سیاسی مزاحمت میں کئی اقسام کے سیاسی اقدامات شامل ہیں جیسے بغاوت، تختہ پلٹ سازش، شورش، سرکشی، ہنگامہ، ہتھیار اٹھانا، چڑھائی وغیرہ۔یہ تمام صورتیں کس طرح ایک دوسرے سے مختلف ہیں؟ سیاسی نظریہ کے مطابق، ان اقدامات کے مختلف مضمرات کیا ہیں؟ آیا یہ سیاسی فرمانبرداری کے مطابق چلیں گے؟

مختلف اقسام کی مزاحمتوں کے درمیان امتیاز ہمیں اس عنوان پر مزید وضاحت فراہم کرے گا۔یہ ان کے معنی اور سیاسی فرمانبرداری سے ان کے تعلق اور سیاسی نظام، پالیسی، ریاست اور حکومت پر ان کے اثرات کو سمجھنے میں مدد دے گا۔یہ تمام ماورائے قانون اقدامات، جو بسا اوقات پرتشدد ہوتے ہیں فوری اور انقلابی تبدیلی یا موجود نظام کے بدلنے کا مطالبہ کرتے ہیں۔بیک وقت شورش کا مطلب عوامی شورش یا کسی گروہ کی اتھارٹی کے خلاف شورش ہے۔ Coup d'etat جو چھوٹے اور سیاسی طور پر چھوٹے ممالک میں بہت عام ہے، غیر قانونی طریقہ بالعموم فوجی قوت کے ذریعہ سیاسی اتھارٹی کا تختہ پلٹنا ہے۔ ساتھ ہی شہری عدم تعاون عام عوام کے ذریعہ قوانین کی پیروی نہ کرتے ہوئے مزاحمت کرنا ہے۔غیر فعالیت اور ریاستی اتھارٹی، پالیسی یا اقدامات کے خلاف

ستیہ گرہ اسی کا ایک حصہ ہیں۔ نظام کی تبدیلی بھی ان کا حصہ ہوسکتا ہے۔ 58 شہری مملکتوں کے دستور کا تجزیہ کرتے ہوئے یونانی سیاسی فلاسفر ارسطو نے اصطلاح انقلاب کو ان کے دستور میں دوررس تبدیلیاں قرار دیا تھا۔ وہ جمہوریت اور نوکرشاہی کو دستور کی غیر مستحکم اشکال کی صورت میں دیکھتا ہے۔ اور عدم استحکام کے ایک حل کے طور پر وہ دستور کو جمہوریت اور نوکرشاہی کے درمیان رکھنے پر زور دیتا ہے۔ وہ دولت کی غیر مساوی تقسیم، حقوق سے متعلق انصاف (حقوق تقسیمی) سے متعلق متضاد دعوؤں، شخصی مفادات اور سیاسی بدعنوانی کو انقلاب کی وجوہات کے طور پر دیکھتا ہے۔

انگریزی مفکر جان لوک کہتا ہے کہ سیاسی فرمانبرداری سماجی معاہدہ پر مبنی ہے۔ مملکت فطری حقوق جیسے زندگی، آزادی اور جائیداد کے تحفظ کے لیے ہے۔ اتھارٹی کا جواز اسی وقت تک ہے جب تک ان کا تحفظ ہوتا رہے۔ بصورتِ دیگر لوگوں کو مزاحمت کرنے اور حکومت کو ہٹانے کا حق حاصل ہے۔ لوک کی نظر میں ظلم، فطری حقوق کی خلاف ورزی اور لوگوں سے بدسلوکی انقلاب کو جنم دیتی ہے۔ کارل مارکس کمیونسٹ پارٹی کے منشور میں تمام ممالک کے مزدور طبقہ سے متحد ہوجانے اور انقلاب لانے کا مطالبہ کرتا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ سرمایہ دارانہ مملکت مزدور طبقہ کے استحصال کے ذریعہ منافع کمانے کا نظام ہے۔ چنانچہ مزدور طبقہ کو اس مملکت کے خلاف انقلاب برپا کرنا چاہیے۔ مارکسی نظریہ کی توسیع کرتے ہوئے لینن نے بولشویک پارٹی کی ماتحتی میں انقلاب کی قیادت کی اور اکتوبر 1917 میں روس میں اقتدار پر قبضہ کرلیا۔ ساتھ ہی ماؤزے تنگ نے مارکسی فریم ورک کا استعمال کیا اور چین میں کسانوں اور قومی بورژواؤں کے ساتھ انقلاب برپا کیا۔ تاریخ میں ہم کئی اہم سیاسی تبدیلیوں کو دیکھتے ہیں۔

تاریخ میں ہم کئی اہم سیاسی تبدیلیوں کو دیکھ سکتے ہیں جنھوں نے پورے سیاسی نظاموں پر طویل المدتی اثر ڈالا۔ انگریزی انقلاب (1688)، امریکی انقلاب (1776)، فرانسیسی انقلاب (1789)، روسی انقلاب (1917) اور ایران کا اسلامی انقلاب (1979) وغیرہ اس طرح کے چند انقلابات ہیں۔

ہندوستان میں جس وقت نوآبادیاتی مخالف جدوجہد پورے ملک میں پھیل گئی اور پھر قومی جدوجہد میں تبدیل ہوگئی، جدوجہد آزادی کے رہنماؤں نے مملکت کی نوآبادیاتی سیاسی اتھارٹی کی کسی بھی قسم کی سیاسی فرمانبرداری سے سختی سے انکار کیا۔ مہاتما گاندھی کی زیرقیادت ستیہ گرہ اور سوشلسٹ اور انقلابی تحریکات ''ناجائز'' نوآبادیاتی انتظامیہ جو ہندوستانیوں سے زبردستی اپنی فرمانبرداری کروانا چاہتے تھے' کے خلاف ایک مزاحمت تھے۔ ہم دیکھ سکتے ہیں کہ سیاسی اتھارٹی کے خلاف یہ مزاحمت مابعد آزادی ہندوستان میں بھی جاری رہی۔ اس سلسلہ میں ہم نکسلائیٹ تحریک اور دیگر لسانی ونسلی تحریکات کو دیکھ سکتے ہیں۔ انھوں نے نافرمانی کا اعلان کرتے ہوئے دستور کے خلاف بغاوت کی۔ ہم چند ایسی بھی تحریکات دیکھ سکتے ہیں جو مملکت کے تئیں محدود فرمانبرداری کا مطالبہ کرتی ہیں جیسے مکمل انقلاب (جےپرکاش نارائن کی سمپورنا کرانتی) اور سات انقلاب (رام منوہر لوہیا کی سپتا کرانتی) جو کہ 70 کے دہے میں ہوئیں۔ یہ چند سیاسی صورتحال کا ردعمل تھے جن میں ان کا خیال تھا کہ اقتدار میں موجود حکومت دستور کے خلاف جارہی ہے۔

ضروری نہیں کہ ہر قسم کی جدوجہد تمام اقسام کی سیاسی فرمانبرداری کو روک دے۔ جدوجہد کچھ حکومتی پالیسیوں یا چند مخصوص اقدامات یا پولیس مداخلت وغیرہ کے خلاف ہوسکتی ہے۔ ساتھ ہی یہ آئیڈیالوجیز کے خلاف، چند مخصوص پارٹیوں کے مقاصد واہداف کے خلاف ہوسکتی ہے۔ تاہم یہ مملکت کی سیاسی فرمانبرداری سے روکنے پر منتج نہیں ہوتی۔ اسی طرح چند مخصوص حکومتوں کے خلاف جدوجہد، دستور کے تئیں سیاسی فرمانبرداری سے نہیں روکتی تاہم مملکت کے خلاف جدوجہد، دستور اور اتھارٹی کے خلاف سیاسی فرمانبرداری کا اختتام ہوسکتی ہے۔ مثلاً نرمدا بچاؤ آندولن پر نظر ڈالیں۔ یہ حکومتِ ہند کی ایک ترقیاتی پالیسی کے خلاف مزاحمتی تحریک تھی۔ نرمدا وادی پراجکٹ کا مقصد نرمدا ندی پر بند کی تعمیر تھی۔ اس سے کئی ماحولیاتی مسائل کے پیدا ہونے اور کئی ہزار ادی واسیوں کے بے گھر ہونے کا خطرہ پیدا ہوگیا تھا جو کہ ندی کے دونوں کناروں پر رہتے تھے۔ چنانچہ، نرمدا بچاؤ آندولن نے

حکومت کی اس مخصوص پالیسی کے خلاف زبردست جدوجہد کی جس سے جزوی طور پر سیاسی فرمانبرداری کا خاتمہ ہوا۔ مکمل مزاحمت اور سیاسی فرمانبرداری کے اختتام کو ہم ریاست کے خلاف کئی مزاحمتی تحریکات میں دیکھ سکتے ہیں جیسے برطانوی نوآبادیاتی حکومت کے خلاف ہندوستانی جدوجہد اور افریقی

نیشنل کانگریس (جس کی سربراہی منڈیلا نے کی تھی) کی جانب سے جنوبی افریقہ میں سفید فام غلبہ والی مملکت کورد کرنا وغیرہ۔

1.6 اختتامیہ

سیاسی فرمانبرداری اب ایک انتہائی پیچیدہ موضوع ہے۔ موجودہ دور میں فلسفیانہ طور پر ہم کسی بھی مثالی شئے کی سیاسی فرمانبرداری کے پابند ہیں تاہم حقیقی زندگی میں اس طرح کی فرمانبرداری قومی مملکتوں اوران کے دستوروں کے ذریعہ طے ہوتی ہے۔ چنانچہ اسے سپریم سیاسی اتھارٹی کہا جاتا ہے۔ یہ بات یادرکھنی اہم ہے کہ حکومت، سیاسی اداروں میں سے ایک ادارہ ہے۔

شہری اس ادارہ کے تحت رہتے ہیں اوراسے قوت فراہم کرتے ہیں۔ چنانچہ ان کی پسند/اختیاراوراستدلال اسے کسی بھی وقت تبدیل کرسکتا ہے۔ اس لیے عمومی فلاح و بہبود مملکت کی ترجیح ہونی چاہیے۔

اور جب کبھی حکومتی اقدام یا قانون عمومی فلاح یا سماجی انصاف کے مغائر متصور ہوگا، اسے مقبول ارادہ کے مطابق تبدیل کرنے کی گنجائش ہونی چاہیے۔ سیاسی فرمانبرداری اسی طرح اپنا وجود رکھتی ہے۔ گوکہ اپنے شہریوں کی امنگوں کی تکمیل کرنے کی سیاسی اتھارٹی نااہلی کو مزاحمت شروع کرنے کے لیے وجہ نہ بنایا جائے۔ کیوں کہ ہوسکتا ہو کہ یہ نااہلی وسائل کی قلت، مسائل کی زیادتی یا انصاف کو ترجیح دینے کی وجہ سے ہو۔ چنانچہ انقلاب جیسے شدید ترین ذریعہ کو اختیار کرنے سے قبل دیگر راہوں پر بھی غور کرنا چاہیے۔ بالخصوص مختلف سطح کی عدالتوں اور دستوری ذرائع کو اختیار کرنا چاہیے۔ آخر میں یہ بات سمجھنی زیادہ اہم ہے کہ مزاحمت ایک حد سے آگے نہ بڑھے۔ جیسا کہ بُرک نے آگاہ کیا تھا، ''مزاحمت دستور کی دوا ہے، اس کی روزانہ کی روٹی نہیں۔''

1.7 نمونہ امتحانی سوالات

درج ذیل سوالات کے جوابات تیس سطروں میں دیں۔

1۔ سیاسی فرمانبرداری کی تعریف کریں؟

2۔ سیاسی فرمانبرداری کی ممتاز خصوصیات کیا ہیں؟

3۔ سیاسی فرمانبرداری کے تصور کی تاریخ پر ایک نوٹ لکھیے۔

4۔ سیاسی فرمانبرداری اور مزاحمت پر ایک نوٹ لکھیے۔

5۔ سیاسی فرمانبرداری کے رضامندی/معاہداتی نظریہ کو توضیح کیجیے۔

درج ذیل سوالات کے جوابات 10 سطروں میں دیجیے۔

6۔ نظریہ حق خداداد کیا ہے؟

7۔ سیاسی فرمانبرداری کے مارکسی نظریہ کی وضاحت کریں۔

8۔ سیاسی فرمانبرداری کا عینیت پسند نظریہ کیا ہے؟

9۔ سیاسی فرمانبرداری کا جدید تصور کیسے ابھرا؟

10۔ سیاسی فرمانبرداری کے نظریہ نزاجیت کو بیان کیجیے۔

1.8 کارآمد حوالے

Beran, Harry. 1987. The Consent Theory of Political Obligation. London: Croom Helm.

Gauba, OP. 2003. An Introduction to Political Theory. New Delhi: Macmillan Publishers.

Heywood, Andrew. 2003. Political Ideologies: An Introduction. London: Palgrave Macmillan.

Horton, John.1992. Political Obligation. London: Macmillan.

Ray, Amal and Mohit Bhattacharya. 1968. Political Theory: Ideas and Institutions. Calcutta: World Press.

Urmila Sharma and SK Sharma. 2007. Principles and Theory of Political Science. New Delhi: Atlatntic Publishers.

Quayum, Abdul, Ilm-e- Siyasat; Tassurat, Nazriyat wa Idare 4th edition, 2018,Nisab publisher, Hyd, 59

Quayum Abdul, Taqabli Siyasat, 2012, Nisab Publisher, Hyd. 59